مسلمانوں کی موجودہ پستی کا

واحد علاج

اظہارِ حقیقت

محمد احتشام الحسن

مدرسہ کاشف العلوم دہلی ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

شکریہ

اردو لفظ کے ورژن میں اس کتاب

com.ownislam.www کی طرف سے تیار

کی یونیکوڈ ورژن کی مدد سے تیار کیا گیا ہے

ان کے لئے خصوصی شکریہ ادا کیا دیا جاتا ہے.

موت کے بعد زندگی میں ثواب کے لئے دعا

انشاءاللہ.

Acknowledgement

This book in Urdu word version has been created with the help of Unicode version developed by www.ownislam.com

http://www.ownislam.com/articles/fazil-e-ammal-urdu

Special thanks to them and praying for reward in Akhirah, Insha Allah.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآئِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ الطَّیِّبِیْنَ اَطَّاھِرِیْنَ۔

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دنیا کفر وضلالت، جہالت وسفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی۔ بطحا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے رشد وہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا مشرق ومغرب، شمال وجنوب غرض دنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نور سے منور کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اس معراج ترقی پر پہنچایا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور رشد وہدایت، صلاح وفلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان وشوکت سے دنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابل انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستاں ہے جس کا بار بار دہرانا، نہ تسلی بخش ہے اور نہ کار آمد اور مفید، جب کہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بد نما داغ لگا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت وعظمت، شان وشوکت، دبدبہ وحشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذلت خواری، افلاس ونادار ی میں مبتلا نظر آتے ہیں، نہ زور وقوت ہے، نہ زر ودولت ہے، نہ شان وشوکت ہے، نہ

باہمی اخوت والفت، نہ عادات اچھی، نہ اخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے۔ ہر برائی ہم میں موجودہ اور ہر بھلائی سے کوسوں دور۔اغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوری کو اچھالا جاتا ہے اور ہمار مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے کوشے نئ تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اصولوں کا مذاق اڑاتے ہیں، بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریع مقدسہ کو ناقابل عمل، لغو اور بیکار گردانتے ہیں عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب وتمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مہذب اور غیر متمدن ہے؟

رہنمایان قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالت زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کیلئے جدوجہد کی مگر

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ ماسبق سے بھی زیادہ پر خطر اور یاریک نظر آرہا ہے، ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جدوجہد نہ کرنا ایک ناقابل تلافی جرم ہے لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں، ضروری ہے کہ ان اسباب پر غور کریں جن کے باعث ہم اس ذلت وخواری کے عذاب میں مبتلا کئے گئے ہیں۔ ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اسباب بیان کیے جاتے ہیں اور ان کہ ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناموافق وناکام ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس وہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی۔ یہ جو کچھ اسباب بیان کئے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اس کے عوارض ہیں پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہو گی اور مادہ حقیقی کی اصلاح نہ ہو گی، عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے پس جب تک ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کر لیں، ہمارا اصلاح کے بارے میں لب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے۔

ہمارا دعویٰ کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانون الٰہی ہے جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا تاقیام قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں، بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قران حکیم سے اپنی اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکز رشد و ہدایت سے طرق علاج کر کے اس پر کاربند ہوں۔ جب قرآن حکیم قیامت تک کیلئے مکمل دستور العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔ مالک ارض و سماء جل وعلا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت و خلافت مومنوں کیلئے ہے۔

{وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ} (نور آیۃ: ۵۵)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائے گا۔

اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ مومن ہمیشہ کفار پر غالب رہیں گے اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا۔

{وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْ لَوَلَّوُ الْاَدْبَارَ ثُمَ لاَ يَجدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لاَ نَصِيْرًا} (فتح آیہ: ۲۲)

اور اگر لوگ تم سے، یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور نہ پاتے کوئی یار و مددگار۔

اور مومنون کی نصرف اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز رہیں گے

وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤ مِنِيْنَ (روم آیہ ۴۷)

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی۔

{وَلَا تَهِنُوْ وَلَا تَحْزَنُوْ اْ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ} (آل عمران آیہ ۱۳۹)

اور تم ہمت ہارو اور رنج مت کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

{و لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ} (منافقون آیہ ۸)

اللہ ہی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، شان و شوکت، سربلندی و سرفرازی اور ہر برتری و خوبی ان کی صفت ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اگر ان کا تعلق خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ انکا رہے اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہو گئی ہے اور پھر سراسر خسران اور ذلت و خواری ہے جیسا کے واضح طور پر بتلادیا گیا ہے۔

{وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَ عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ}

قسم ہے زمانہ کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلت وخواری میں مبتلا ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان سے متصف تھے اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے۔

سَیَأْتِی عَلَی النَّاس زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَام اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْآن اِلَّا رَسْمُہٗ۔ (مشکوۃ)

قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائیگا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے ہیں جو خدا اور رسول ﷺ کے یہاں مطلوب ہے اور جس کے ساتھ ہماری دین و نیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آئے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے روح اسلام ہم سے نکال لی گئی اور ہم جسد بے جان رہ گئے۔

جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور ''امت محمدیہ ﷺ'' کی فضیلت اور برتری کی علت وغایت ڈھونڈھی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت جو ایک اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے ''خیر الامم'' کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دنیا کی پیدائش کا مقصد اصلی خدا وحدہ لا شریک لہٗ کی ذات وصفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کیلئے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کیلئے سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کا مژدہ سنایا گیا۔

اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی، ہر بھلائی اور برائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا، ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا، اس لئے رسالت ونبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک ''امت محمدیہ ﷺ'' کے سپرد کر دیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: آیۃ ۱۱۰)

اے امت محمدیہ! تم افضل امت ہو، تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے، تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آل عمران:

اور چاہیئے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں

پہلی آیت میں 'خیر امم' ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرمادیا کہ فلاح و بہبود صرف انہی لوگوں کے لئے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا گیا کہ اس کان کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْ مِنْ بَّنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْ يَفْعَلُوْنَ (مائدہ: ۷۹)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داود اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جو برا کام انہوں کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے۔ واقعی ان کا یہ فعل بے شک برا تھا۔

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

۱-و فی السنن والمسند من حدیث عبد اللّٰہ بن مسعود قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ اِذَا عَمِلَ الْعَامِلُ فِيْهِمْ بِالْخَطِيْئَةِ جَائَهُ النَّاهِيْ تَعْزِيْرًا فَقَالَ

يَا هٰذَا اِتَّقِ اللّٰهَ فَاِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَالِسَهُ وَ اٰكَلَهُ وَ شَارَبَهُ كَاَنَّهُ لَمْ يَرَهُ عَلَى خَطِيْئَةٍ بِالْاَمْسِ فَلَمَّا رَاٰى عَزَّ وَ جَلَّ ذٰلِكَ مِنْهُمْ ضَرَبَ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ لَعَنَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ وَ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلَى يَدِ السَّفِيْهِ وَ لَتَاطِرُنَّ عَلَى الْحَقِّ اَطْرَاً اَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ يَلْعَنَكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اس کو دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر، پھر اگلے ہی دن اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا گویا کل اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں۔ جب حق عزوجل نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ خلط کر دیا اور ان کے نبی داؤد اور عیسیٰ بن مریم ں کی زبانی ان پر لعنت کی اور یہ اسلئے کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں محمدﷺ کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور برائی باتوں سے منع کرو اور چاہیے کہ بیوقوف نادان کا ہاتھ پکڑو اسکو حق بات پر مجبور کرو، ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی خلط ملط کر دیں گے اور پھر تم پر بھی لعنت ہو گی جیسا کہ پہلی امتوں پر لعنت ہوئی۔

۲۔عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عِبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ

يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلاَ يُغَيِّرُوْنَ اِلاَّ اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا- وفی سنن ابی داوود وابن ماجۃ

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ سول خداﷺ نے ارشاد فمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم وجماعت باوجود قدرت کے اسکو نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنی عذاب بھیج دیتے ہیں یعنی دنیا میں انکو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

٣-عَنْ انسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِﷺ قَالَ لاَ تَزَالُ لاَ اِلٰهَ اِلاَ اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَالَمْ يَسْتَخِفُّوا بِحَقِّهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا قَالَ يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِی اللّٰهِ فَلاَيُنْكَرُ وَلاَ يُغَيَّرُ (ترغیب) وروی الاصبہان

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لاالٰہ الااللہ اپنے پڑھنے والوں کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب وبلا دور کرتا ہے جب تک کہ اسکے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے۔ صحابہ نے عرض کیا اس سے بے پروائی کیا ہے؟ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے پھر نہ انکا انکار کیا جائے اور نہ انکے بند کرنے کوشش کی جائے۔

۴- عَنْ عَائِشَۃ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیْ ﷺ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْہِہ اَنْ قَدْ حَضَرَہ شَیْئٌ فَتَوَضَّاَ وَمَا کَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَۃِ اَسْتَمِعُ مَا یَقُوْلُ فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَکُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَآ اُجِیْبَ لَکُمْ وَتَسْاَلُوْنِیْ فَلَآ اُعْطِیْکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَآ اَنْصُرَکُمْ فَمَا زَالَ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ- (ترغیب)

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ میرے تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے حضور ﷺ نے کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ سنوں حضور ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔لوگو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو میں اس کو قبول نہ کروں اور مجھ سے سوال کرو اور میں اسکو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔ حضور ﷺ نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اُتر آئے۔

۵- عن ابی ھریرہ قال رسول اللہ ﷺ اذا عظّمت امتی الدنیا نزعت منھا ھیبۃ الاسلام و اذا ترکت الامر

بالمعروف والنّھیعن المنکر حرمت برکۃ الوحی و اذا تسابّت امتی سقطت من عین اللہ (کذافی الدرعن الحکیم الترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے رویت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمت دنیا کو قابل وقعت و عظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت و ہیبت اُن کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپسمیں ایک دوسرے کو شب و شتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ' کی نگاہ سے گر جائے گی۔

احادیث مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوا کہ آمر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑنا خداوحدہ' لاشریک لہ' کی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور جب امت محمدیہ اس کام کو چھوڑ دے گی تو مصائب وآلام اور ذلت وخواری میں مبتلا کر دی جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت و مدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لیے ہو گا کہ اس نے اپنے فرضِ منصبی کو پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ داری تھی اس سے غافل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو قرار دیا ہے اور اس کے چھڑنے کو ضعف واضمحلال کی علامت بتلایا۔ حدیث ابوسعید خذریؓ میں ہے۔

من رأی منکم فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعفُ الایمان- (مسلم)

یعنی تم میں جب کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے۔

پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا، اسی طرح پہلا درجہ کمالِ ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔ ''مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہُ فِیْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّہَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِہِمْ خُلُوْفٌ یَّقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِیَدِہٖ فَہُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِلِسَانِہٖ فَہُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِقَلْبِہٖ فَہُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَائَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ۔ (مسلم)

یعنی سنت الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعت الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اس کو بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شر و فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں۔ ان کا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مومن ہے۔ اور جو ایسا نہ کر سکا

مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اب رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔۔ ۔اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیائِ کرام کو مبعوث فرمایا۔ اگر خدانا خواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاذ باللہ نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو شرافت انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردا ہو جائے گی۔ کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی جہالت عالمگیر ہو جائے گی تمام کاموں میں خرابی آجائے گی آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی آبادیاں خراب ہو جائیں گی مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی اور بربادی کی اس وقت خبر ہو گی جب روز محشر خدائے بالاو برتر کے سامنے پیشی اور بازپرس ہو گی۔

افسوس صد افسوس جو خطرہ تھا سامنے آگیا جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا:

كان امر الله قدرا مّقدورا O فانّ الله و انّا اليه راجعون

اس سرسبز ستون کے علم و عمل کے نشانات مٹ چکے اس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا خدائے پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے روئے زمیں پر

ایسے صادق مومن کاملنا دشوار وکمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہار حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مرد مومن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو یقیناوہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہو گا۔

امام غزالیؒ نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہے۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں:۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطاباتِ قرآنی عام ہیں جو امتہ محمدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کی زندگی اس کے لئے شاہد ہے۔

فریضہ تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوقِ خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہو ے۔اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

الا کلّکم راع وکلّکم مسئول عن رعیتہ فالامیر الذی علی عنہم والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنہم والمراۃ

راعیۃ علی بیت بعلہا و ولدہ و ھی مسئولۃ عنہم والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ فکلہم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ (بخاری ومسلم)

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کئے جائو گے پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے انکے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ انکے بارے میں سوال کی جاوے گا اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے اس سے اسکے بارے میں سوال کیا جاوے گا پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاویگا۔ اور اسی کو واضع طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قال الدّین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ و لرسولہ ولا ئمۃ المسلمین و عامتّہم (مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا دین سراسر نصیحت ہے (صحابہؓ) عرض کیا کس کیلئے۔ فرمایا اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول ﷺ کیلئے اور مسلمانوں کے مقتدائوں کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔

اگر نفرض محال مان بھی لیا جاے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضاءِ زمانہ کا مقتضٰی یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے اور اعلا کلمۃ اللہ اور حفاظت دین متین کیلئے کمر بستہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس آیت شریفہ کا مفہوم ہے۔

یاٰیھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضلّ اذا اھتدیتم (مائدہ ع ۱۴)

اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں (بیان القران)

لیکن در حقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جارہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمت خداوندیہ اور تعلیمات شرعیہ کے بالکل خلاف ہے شریعت اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے اور امت مسلمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جائے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لئے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرت کا اندیشہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیز اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمدیہ کو مع تمام احکام کے قبول کرے اور منجملہ احکامِ خداوندی کے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ہوتی ہے۔

عن ابی بکر ن الصدیق قال ایھا النّاس انّکم تقرء ون ھٰذہ الاٰیۃ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ

آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُم ط فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان الناس اذا رآوا المنکر فلم یغیروہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا اے لوگو ! تم یہ آیت یٰآیّھا، الذین اٰمنو علیکم انفسکم لا یضرّکم مّن ضلّ اذا اھتدیتم پیش کرتے ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ خلاف شرع کسی کام کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرمادے۔

علمائِ محققین نے بھی آیت کے یہ معنی لیے ہیں۔امام نوویشرؒح مسلم میں فرماتے ہیں :۔

علماء محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے غیر کی کوتاہی تمہیں مضرت نہ پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا امر با لمعروف و نہی عن المنکر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخاطب نے اس کی تعمیل نہ کی تو ناصع پر اب کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لئے کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا اور وہ امر و نہی ہے اس نے اس کو ادا کر دیا، دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمے نہیں۔ واللہ اعلم۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہو گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دشوار ہے۔جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو

سکتی ہے جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت و حکومت ہے، نہ مال و زر اور نہ سامانِ حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوت بازو اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعم خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا، اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شئے ہے پس اس کے لئے جدوجہد کرنا عبث اور بیکار ہے، یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃ نبوت سے بعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بقائِ شریعت اور حفاظت دین محمدی کے لئے جدوجہد اور سعی نہ کی جاے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتارِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔

تعجب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جدوجہد پر مبنی تھا آج اس کے پیرو عمل سے یکسر خالی ہیں، حالانکہ قرآنِ مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گزار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ کرنے والا ہر گز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کی فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید کی اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا۔

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم ط فضل اللہ المجاھدین باموالھم و انفسھم علی القعدین درجۃ، وکلاً وعد اللہ الحسنی ط وفضل اللہ المجاھدین

على العقدين واجراً العظيما- درجب منه ومغفرة ورحمة ط وكان اللهغفورًا رحيما-

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال جان سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا درجہ بہت بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے۔اور سب سے اللہ تعالیٰ اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین نے کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحم۔اور اللہ بڑی مغفرت، رحمت والے ہیں۔

اگرچہ آیۃ میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر وشرک مغلوب مقہور ہو لیکن اگر بد قسمتی سے آج ہم اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لئے جس قدر جدوجہد ہماری مقدرت اور استطاعت میں ہے اس میں تو ہر گز کوتاہی نہ کرنی چاہیے پھر ہماری یہی معمولی حرکت عمل اور جد وجہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھاے گی- والّذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا یعنی جو لوگ ہمارے دین کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دین محمدی ﷺ کی بقاء اور تحفظ کا حق تعالیٰ نے وعدا کیا ہے لیکن اس کے عروج وترقی کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔صحابہ کرامؓ نے اس کے لئے جس قدر انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کیے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے۔ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور اعلائِ

کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرت خداوندی اور امداد غیبی سے سرفراز ہوں گے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبّت اقدامکم یعنی اگر تم خدا کے دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ان باتوں کے پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس منہ سے نصیحت کریں لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہیے پھر انشاءاللہ یہی جدّ وجہد ہماری پختگی، استحکام اور استقامت کا باعث ہو گی اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقرب خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدّ وجہد کریں اور وہ رحمن و رحیم ہماری طرف نظرِ کرم نہ فرمائے۔ میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عَنْ اَنَس قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰی نَعْمَلَ بِہٖ کُلِّہٖ وَلَا نَنْہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ حَتّٰی نَجْتَنِبَہٗ کُلَّہٗ فَقَالَ ﷺ بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنْ لَّمْ تَعْمَلُوْا بِہٖ کُلِّہٖ وَانْہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَاِنْ لَمْ تَجْتَنِبُوْہُ کُلَّہٗ (راوہ الطبرانی فی الصغیر الاوسط)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع کرو اگرچہ تم خود ان سب سے نہ بچ رہے ہو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارس دینیہ کا قائم ہونا، علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا، مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا، رسالوں کا جاری ہونا، یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شعبے ہیں اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقاء بہت ضروری ہے اور ان کی جانب اعتناء اہم امور سے ہے اس لیے کہ دین کی جو تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں، لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لیئے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر اکتفاء کرنا ہماری کھلی غلطی ہے اس لیے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو۔ اب سے پچاس سال پہلے ہم میں شوق و طلب موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ اس لیے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے بیزار اور متنفّر نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلّق اور شوق و رغبت پیدا ہو اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں۔، پھر ہم ان اداروں سے ان کی شان کے مطابق منتفع ہو

سکتے ہیں۔ ورنہ اگر اسی طرح دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی بڑھتی گئی، تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار ان کا بقاء بھی دشوار ہو نظر آتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو ہو بری طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین اور تذلیل کرتے ہیں، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کام انبیاء کرام ں کی نیابت ہے اور ان مصائب اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے اور یہ سب مصائب اور تکالیف بلکہ اس بھی زائد انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولقد ارسلنا من قبلك فی شیع الاوّلین () وما یاتیھم من رّسول الا کانوا بہ یستھزء ون () (حجر-ع ۱)

ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں اور انکے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا مگر یہ اسکی ہنسی اُڑاتے رہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ دعوت حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلاء کیا گیا ہے کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا۔

پس جب سردار دو عالم ﷺ اور ہمارے آقا و مولیٰ ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل اور بردباری کیساتھ برداشت کیا تو ہم بھی انکے پیرو ہیں اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہیے اور تحمل اور بردباری کیساتھ انکو برداشت کرنا چاہیے۔

ماسبق سے یہ بات بخوبی سمجھ معلوم ہوگئی کہ ہمارا اصل مرض روح اسلامی اور حقیقت ایمانی کا ضعف اور اضمحلال ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے اور ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب اصل شئے میں انحطاط آگیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا اور اس ضعف و انحطاط کا سبب اس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کا بقاء اور دار و مدار ہے اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضہ تبلیغ کو ایسی طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوت ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات ابھریں، ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو سیّد الانبیاء ولمرسلین ﷺ نے مشرکین عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب ۳)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالکؒ اشارہ فرماتے ہیں۔ لن یّصلح اخر ھذہ الامّۃ الّا ما اصلحا وّلھا۔ یعنی اس امت محمدیہ ﷺ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہر گز اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریم دعوتِ حق لیکر کھڑے ہوئے ،آپ ﷺ تنہا تھے، کوئی آپکا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، دنوی کوئی طاقت آپکو حصل نہ تھی آپ ﷺ کی قوم میں خودسری اور خودرائی انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا بالخصوص جس کلمہ یِ حق کی تبلیغ کرنے آپ کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے ،ان حالات میں کون سی طاقت تھی جس سے ایک مفلس ونادار ، بے یارومددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا۔اب غور کیجئے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جسکی طرف آپ نے تمام مخلوق کو بلایا۔اور جس شخص نے اسکو پالیاوہ پھر ہمیشہ کیلئے آپ کا ہورہا۔دنیا جانتی ہے کہ وہ ایک سبق تھا جو آپ ﷺ کا مطمع نظر اور مقصود اصلی تھا جسکو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہٖ شیأ وّ لا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللّٰہ (اٰل عمران ع ۷)

بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔

اللہ وحدہ لا شریک لہ ٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرماں برداری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظام عمل مقرر کر دیا اور بتلادیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رخ نہ کرنا۔

اتّبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہٖ اولیاء ط (اعراف-ع ۱)

تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ط ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین- (نحل-ع ۱۶)

اے محمدؐ ! بلائو لوگوں کو اپنے رب کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور انکے ساتھ بحث کرو جسطرح بہتر ہو۔ بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اسکی راہ سے، وہی خوب جانتا ہے راہ چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کے ہر پیرو کے لئے مقرر کی گئی۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی ط و سبحان اللہ وما انا من المشرکین- (یوسف-ع ۱۲) ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین - (حٰم سجدہ -ع ۴)

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، اور جتنے میرے تابع ہیں وہ بھی ،اور اللہ پاک ہے اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں فرماں برداروں میں سے ہوں

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مخلوق کو بلانا، بھٹکے ہوئوں کو راہ حق دکھلانا، گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا نبی کریم ﷺ کا وظیفہ حیات اور آپ ﷺ کا مقصد اصلی تھا اور اسی مقصد کی نشوونما اور آبیاری کیلئے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فا عبدون (الانبیاء - ع ۲)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی بھیجتے تھے کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے، پس میری بندگی کرو

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور دیگر انبیا کرام کے مقدس لمحات زندگی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہے ،اور وہ ہے اللہ رب العالمین وحدہ لا شریک لہ ؒ کی ذات وصفات کا یقین کرنا، یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔اب جب کہ مقصد زندگی واضع ہو گیا اور اصل مرض اور اس کے معالجہ کی نوعیت معلوم ہو گئی تو طریق علاج کی تجویز میں زیادہ دشواری نہ آے گی اور اس نظریہ کے تحت جو بھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا انشاءاللہ نافع اور سود مند ہو گا۔

ہم نے نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نظام عمل تجویز کیا ہے جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصدِ دنیوی سے قطع نظر کر کے اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام اور احکام خداوندی کے رواج اور سر سبزی کو اپنا نصب العین بنا دے اور اس بات کا پختہ عہد کر کرے کہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو مانوں گا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اور کبھی خداوند کریم کی نا فرمانی نہیں کروں گا اور اس نصب العین کی تکمیل کے لئے اس دستور العمل پر کار بند ہو :۔

(۱) کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا صحت الفاظ کیساتھ یاد کرنا اور اسکے معنی اور مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا اور اپنی پوری زندگی کو اسکے موافق بنانے کی فکر کرنا۔

(۲) نماز کا پابند ہونا، اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع اور خضوع کیساتھ ادا کرنا اور ہر ہر رکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی اور بیچارگی کا دھیان کرنا۔ غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس ربّ العزت کی بارگاہ کی حاضری کے شایان شان ہو۔ایسی نماز کی کوشش کرتے رہے اور حق تعالیٰ سے اسکی توفیق طلب کرے۔اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اسکو سیکھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

(۳) قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بستگی پیدا کرنا، جس کے دو طریقے ہیں۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا۔اگر عالم نہ ہو اور معنی اور مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلام ربانی کی تلاوت کرے، اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مضمر ہے۔ محض الفاظ کا پڑھنا بھی

سعادت عظمیٰ ہے اور موجب خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرے۔

(ب) اپنے بچوں اور محلہ اور گائوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا۔

(۴) کچھ وقت یاد الٰہی اور ذکر و فکر میں گزارنا۔ پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت، متّبع سنت سے دریافت کرنا ورنہ کلمہ سوئم، سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور درود واستغفار کی تسبیح ایک صبح اور ایک شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اطمینان قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۵) ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا، اس کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا برتائو کرنا صفت اسلام کی وجہ سے اس کا ادب واحترام کرنا۔ ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند ہو اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعت اسلام کے لئے آمادہ کرے۔

جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاء کرام نے مشقتیں برداشت کیں۔ طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابہ کرامؓ اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا اس دین کی ترویج اور بقاء کے لئے تھوڑا

وقت نہ نکالنا بڑی بد نصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے اور جو شخص اس میں کوتائی کرتا تھا وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں ، پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقاء کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت دین متین جو مسلمان کا مقصد اور زندگی اور اصلی کام تھا اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہان کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں ۔ اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہیے اور اس کام کو اپنا جزو زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیے تاکہ پھر رحمت خداوندی جوش میں آوے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو۔اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام لگ جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ان کو انجام دیا جاتا ہے، اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلے ، اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے مواضعات میں، اور سال میں ایک چلہ دور کے مواضعات میں اس کام کو کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو غریب تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار، عالم ہو یا جاہل، اس کام میں شریک ہو جائے۔

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لئے نکلے۔ اوّل اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بنادے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو نفل ادا کریں (بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خدا وندی اور توفیق الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعا مانگیں۔ دعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں اور فضول بات نہ کریں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں اور تمام محلہ یا گائوں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں۔ اول ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کیلئے آمادہ کریں اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازے پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور انکی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنادی جائے اور ان میں سے کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کرادیا جاے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسانی حوصلہ افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادت عظمیٰ ہے اور انبیاء کرام کی نیابت ہے کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود

اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار اور حکم خداوندی کی بجاآوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے پس چاہئے کہ امور مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور ان کی پابندی کرے۔

(۱) اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کو حتیّ الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے

(۲) اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کرنے والوں کی خدمت گزاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب احترام میں کمی نہ کرے۔

(۳) عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے۔ بات کرنے میں نرم لہجہ اور خشامد کا پہلو اختیار کرے۔ کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے بالخصوص علماء دین کی عزت اور عظمت میں کوتائی نہ کرے۔ جس طرح ہم پر قرآن و حدیث کی عزت و عظمت ادب و احترام واجب اور ضروری ہے اسی طرح ان مقدس ہستیوں عزت و عظمت ادب احترام بھی ضروری ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا علماء حق کی توہین دین کی توہین کے مترادف ہے، جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔

(۴) فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، لڑائی، غیبت، فساد، کھیل تماشے کے، مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گزارے جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں۔ خصوصا ایام تبلیغ میں فصول باتوں اور فضول کاموں سے بچے اور اپنے فارغ اوقات کو یاد الٰہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلم میں گزارے۔

(۵) جائز طریقوں سے روزی حاصل کرے اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے ،اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقرباء کے شرعی حقوق ادا کرے۔۔

(۶) کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھڑے بلکہ اصل توحید کی طرف دعوت دے، اور ارکان اسلام کی تبلیغ کرے۔

(۷) اپنے تمام افعال و اقوال کو خلوص نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے کہ اخلاص کیساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر و برکت اور باعث ثمرات حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے؛ حضرت معاذ کو جب نبی کریم ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ حضور ﷺ ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کیساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ' اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انھیں کے لئے کیا گیا ہو دوسری جگہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں پس سب سے اہم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جائے ریا و نمود کو اس میں دخل نہ ہو۔ جس قدر اخلاص ہو گا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہو گی۔ اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کشمکش اور اضطراب و بے چینی میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کرتا سکتا ہے ؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے ؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جد وجہد کو ایک سود مند تجارت سے تعبیر کیا ہے اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلائی ہے۔

یاٰیھا الذین اٰمنو ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم () تئو منون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ط ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون () عغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتھاالانھر ومساکن طیّبۃ فی جنّت عدن ط ذٰلک الفوز العظیم ()واخری تحبو نھانصر من اللہ وفتح قریب ط وبشر المئو منین (صف ع ۲)

ے ایمان والو ! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتائوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچائے تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائو اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال واجان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔۔اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گااور تمکو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔اور ایک اور بھی ہے کہ تم اسکو

پسند کرتے ہو،اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی۔اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجیے۔

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدااور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاویں اور خدا کی راہ میں اپنے جان ومال کے ساتھ جہاد کریں یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو۔اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔ہماری تمام لغزشوں اور کوتائیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گااور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی سرسبزی اور نصرت وکامیابی اور دشمنوں پر غلبہ وحکمرانی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔اول یہ کہ ہم خدااور اس کے رسول پر ایمان لاویں ۔ دوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں۔اور اس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی ہے۔آخرت میں جنت اور ابدی چین اور راحت، اور دنیا میں نصرت اور کامیابی۔ پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اس طریق کا منشاء بھی یہی ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی اصل اگرچہ کفّار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر در حقیقت جہاد کا منشاء بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور احکام خداوندی کا نفاذ اور اجرا ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خشگوار ہونا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا، خدااور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے پر موقوف ہے ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے منتفع ہونا بھی اس پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لاوین اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کریں۔اور جب ہم اس کام کو انجام دے لیں گے یعنی خدااور رسول پر ایمان لے آویں گے اور اس کی راہ میں جدو جہد کر کے اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے آراستہ بنالیں گے تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

وعد الله الذين اٰمنو منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكّننّ لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من

بعد خوفھم امنا ط یعبدونني لا یشرکون بی شیئا ط (نور- ع ۷)

تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کیلئے پسند کیا ہے اسکو ان کیلئے قوت دے گا اور انکے اس خوف کے بعد اسکو امن سے بدل دے گا

بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اس آیت میں تمام امت سے وعدہ ہے ایمان و عمل صالح پر حکومت دینے کا، جس کا ظہور عہد نبوی ﷺ سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک متصلا ممتد رہا۔ چنانچہ جزیرۂ عرب آپ ﷺ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانہء خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے، اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو، دوسرے صلحاء ملوک و خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ انّ حزب اللہ ھم الغالبون ونحوہ (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سکون اور عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کر دیں۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا- (ال عمران ۱۱)

تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو۔

یہ ایک مختصر نظام عمل ہے جو در حقیقت اسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔ ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے۔ اس کام کے وہ نبرکات و ثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریق زندگی کو اختیار کرلیں تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دور ہو جائیں گی اور وہ عزت وآبرو اور اطمینان وسکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو پھر حاصل کر لیں گے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین (منافقون ۱)

ہر چند میں نے اپنے مقصد کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا برگزیدہ بندہ (سیّدی و مولائی مخدومی ومخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا۔ اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہرگز اکتفانہ کریں بلکہ اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وّ آلہ

واصحابه اجمعين برحمتك يآ ارحم
الراحمين ط

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا

واحد علاج

اظہارِ حقیقت

محمد احتشام الحسن

مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی

۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

بسم اللہ الرّحمٰنْ الرّحِیمْ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

سیدی و مولائی زبدۃ الفضلاء قدوۃ العلماء حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دام مجدہ کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگانِ ملت اور علماء امت کی توجہ اور برکت اور عملی جدوجہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے جس سر با خبر طبقہ بخوبی واقف ہے۔

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرز تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلم بند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات نذر قرطاس کئے جاتے ہیں جو ان مقدس ہستیوں کے درائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچہ دین محمدی ﷺ کے چند خوشے ہیں جو انتہائی عجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو میری لغزش قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظر لطف و کرم سے اسکی اصلاح فرمادیں تو موجب شکر و منت ہو گا۔

حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوری کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں اور اپنی رضا و محبت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمابرداری کی دولت سے سرفراز فرمادیں۔

مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی

خاکپائے بزرگاں محمد احتشام الحسن ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

شکریہ

اردو لفظ کے ورژن میں اس کتاب

com.ownislam.www کی طرف سے تیار

کی یونیکوڈ ورژن کی مدد سے تیار کیا گیا ہے

ان کے لئے خصوصی شکریہ ادا کیا دیا جاتا ہے.

موت کے بعد زندگی میں ثواب کے لئے دعا

انشاءاللہ.

Acknowledgement

This book in Urdu word version has been created with the help of Unicode version developed by www.ownislam.com

http://www.ownislam.com/articles/fazil-e-ammal-urdu

Special thanks to them and praying for reward in Akhirah, Insha Allah.